
موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 11

یوں بھی نہیں کہ شہر کو ویران چھوڑ آئے
لوگوں میں اس سے عشق کے امکان چھوڑ آئے
لہجے کے بعد اب وہ بدلتا نگاہ بھی
رستہ بدل کہ ہم اسے حیران چھوڑ آئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

سجنا نے عارض کو عاجز کر رکھا تھا۔ عارض کی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ کس طرح اس لڑکی سے پیچھا چھڑائے۔ آغا جی بھی عارض سے شرمین کے حوالے سے بات کرنے نیویارک پہنچ جاتے ہیں۔ میجر صاحب نے فون پر آغا جی کو سجنا اور عارض کے تعلق کے حوالے سے بتا دیا تھا اس لیے آغا جی عارض کے ساتھ سجنا کو دیکھ کر چونکتے نہیں بلکہ عارض کو واپس پاکستان چلنے کو کہتے ہیں جس پر وہ انکار کر کے ان کے شک کو یقین میں بدل دیتا ہے۔ صفدر بیٹے کی ولادت پر خوش ہونا چاہتا ہے لیکن جب اسے زیبا کا گناہ یاد آتا ہے تو وہ دکھ میں مبتلا ہو کر اپنے بچے کو بھی نظر انداز کر دیتا ہے۔ بوبی کھانے کے لیے نہیں آتا تو شرمین کو حیرت ہوتی ہے وہ بھولی سے بوبی کو بلانے کا کہتی ہے دوسرے ہی لمحے بھولی اسے بوبی کی پیکنگ کا بتا کر پریشان کر دیتی ہے شرمین زینت آپا کا سوچ کر بوبی کو منا لیتی ہے۔ نجمی کے جانے سے زیبا کو مشکل کا سامنا ہوتا ہے کیونکہ نجمی اس کے زیادہ تر کام کرنے کے ساتھ بچے کو بھی سنبھال لیتی تھی اب زیبا کو عبدالصمد کو سنبھالنے کے ساتھ صفدر کی تلخ باتیں بھی برداشت کرنی پڑ رہی تھیں۔ بوبی شرمین کے سامنے شرط رکھتا ہے کہ اگر وہ اس کی محبت قبول کر لے تو وہ رک سکتا ہے شرمین کو پہلے ہی محبت لفظ سے نفرت ہو چکی ہوتی ہے اور اب بوبی کے بار بار کہنے پر وہ صفدر سے مشورہ لیتی ہے۔ صفدر شرمین کو بوبی کے بارے میں سوچنے کا کہتا ہے اسے سمجھاتا ہے کہ ہو سکتا ہے بوبی کی محبت سچی ہو جس کی وجہ سے اس کی وہ محبتیں ناکام ہوئیں۔ شرمین شش و پنج کا شکار ہو جاتی ہے اس کی نظر میں صرف بوبی کی محبت ہی نہیں اپنی اور اس کی عمر کا فرق بھی ہے۔ عارض دل میں شرمین کی محبت چھپائے آغا جی سے نظریں چراتا ہے۔ آغا جی اس سے بات کر کے اس کے دل کا حال جاننا چاہتے ہیں مگر وہ شرمین کے حوالے سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا آغا جی اسے ہندو لڑکی کا طعنہ دیتے ہیں جس پر عارض انہیں اصلیت بتاتا ہے۔ مگر آغا جی یقین نہیں کرتے اور اس سے ناراض ہو کر پاکستان واپسی کی سیٹ کنفرم کرا لیتے ہیں۔ شرمین صبیح احمد اور عارض کی ناکام محبت کے بعد بوبی کے بارے میں سوچنے لگتی ہے لیکن جب اسے مرزا صاحب کی باتیں یاد آتی ہیں تو اسے بوبی اور مرزا صاحب کی محبت ایک جیسی لگتی ہے وہ سب کا موازنہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے لیکن زینت آپا کا سوچ کر وہ خود کو بے بس و کمزور محسوس کرتی ہے اور بوبی اس کے سامنے اپنی محبت کی شمع لیے اس کے جواب کا منتظر رہتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

ائیرپورٹ جانے کے لیے آغا جی باہر نکلے تو عارض دوڑ کر باہر آیا۔ آغا جی سخت ناراض تھے۔ اس سے ملے اور کوئی بات

کیے بغیر جا رہے تھے۔
"بابا پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔"
"او کے..... چلتا ہوں۔" وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولے۔
"بابا آپ ایسے کیوں جا رہے ہیں؟"
"میرا خیال ہے کہ تم چاہتے ہو کہ تم یہاں کافی عرصہ ہو۔"
"بابا آپ کو اتنی جلدی جانے کی ضرورت کیا ہے؟" وہ منمنایا۔
"بس اپنا خیال خود رکھنا۔" انہوں نے گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے جواب دیا۔
"میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" وہ کھڑکی سے لگ کر بولا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے منیجر صاحب کو چلنے کا اشارہ کیا۔ اسے بنا کچھ کہے وہ چلے گئے اور وہ کھڑا رہ گیا۔ اس لمحے آنکھیں بابا کی محبت میں بھر آئیں۔ پہلا موقع تھا کہ وہ اس قدر خفا ہو کر گئے تھے۔ اسے چاروں طرف ویرانی ہی ویرانی محسوس ہوئی۔ جی چاہا چاروں طرف آگ لگا دے۔ سب جل کر خاک ہو جائے، کیسی بے رنگ اور بدمزہ زندگی اس کا مقدر بنی تھی۔ مردہ قدموں سے اندر آ کر ابھی پانی کی بوتل سے گلاس میں پانی ڈالا ہی تھا کہ ڈور بیل بجنے لگی۔ وہ گلاس رکھ کے تیزی سے دروازے کی جانب لپکا، یقین تھا کہ بابا ہی اس کی خاطر آئے ہیں، مگر دروازہ کھولتے ہی پیشانی پر سلوٹیں نمایاں ہو گئیں دروازہ بند کرنا چاہا تو سنجنا پوری قوت سے اسے دھکیل کر اندر آ گئی۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ بپھر گیا۔
"کیا اب ہر بار میرے آنے پر آپ یہی جملہ کہیں گے؟" وہ تسلی سے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"جی ہاں۔" وہ چلایا۔
"لیکن کیوں؟" وہ فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے بولی۔
"تم پاگل ہو؟" عارض نے غصے سے پوچھا تو وہ ایک نئی صورت اختیار کر گئی آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں، سیب فرش پر دور تک جا پہنچا اور وہ چلانے لگی۔
"تم نے..... تم نے بھی مجھے پاگل کہا، پاگل ہوں میں۔" اس غیر متوقع صورت حال کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھا۔ اس کی آواز باہر تک جا رہی ہو گی یہ سوچ کر اس نے بہت نرمی سے کہا۔
"پلیز ہلی ایزی، پلیز اسٹوپڈ ناؤ۔"
"میں پاگل ہوں، آپ نے بھی پاگل کر دیا۔" وہ باقاعدہ رونے لگی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔
"او کے روتی رہیں بلاوجہ مسلط ہو گئیں ہیں اور یہ فضول ڈرامہ۔" اس نے کچھ نہیں سنا بس روتی رہی۔ وہ سخت پریشانی میں اٹھا اور اس کا بازو پکڑ کر کھڑا کیا۔
"آپ میرے گھر سے ابھی اور اسی وقت نکل جائیں۔"
"میں نہیں جاؤں گی، میں مر جاؤں گی مگر نہیں جاؤں گی۔" اس نے زور آزمائی کی بازو چھڑایا اور دھم سے صوفے پر گر گئی۔
بس سنجنا پلیز مجھنے کی کوشش کریں، آپ مجھے ڈسٹرب کرنا بند کر دیں آپ کیا چاہتی ہیں لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔" اس نے کچھ تحمل سے کام لیا۔
"آپ کو لوگوں کا پتا ہے اور میں کتنی مشکل سے آپ کے لیے آئی ہوں۔"

"میرے لیے کیوں مس سجنا آپ کی دماغی حالت پر مجھے شک ہورہا ہے آپ کی وجہ سے میرے بابا خفا ہو کر چلے گئے اور ابھی چند منٹ کا فرق رہ گیا ورنہ آپ کو دیکھ کر وہ شدید مشتعل ہوجاتے۔"

"تو میں انہیں کہہ دیتی۔"

"کیا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کہ میں پاگل نہیں بس آپ کا بیٹا مجھے اچھا لگا ہے۔" اس نے اعتراف کیا۔

"وہاٹ نان سینس۔" اسے یک دم غصہ آ گیا۔

"میری بے بسی بھی کہ تو پاگل نہیں من موجی ہے۔" وہ سوچتے ہوئے بولی۔

"پلیز آپ جاؤ اور یاد رکھو کہ ہمارے راستے بالکل جدا ہیں۔" اس نے واضح کیا۔

"میں آج ادھر ہی رہ جاؤں؟" اس نے اس طرح دیکھا کہ وہ جذباتی ہوگیا۔

"خاموشی سے اٹھو اور چلتی پھرتی نظر آؤ ورنہ مجھے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔" وہ حد درجہ کرخت اور اجنبی لہجے میں بولا تو وہ غیر یقینی کیفیت سے دو چار چند منٹ اسے دیکھتی رہی۔

"مس سجنا" اس نے اس کی محویت توڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی دو قدم آگے بڑھی اور پھر بولی۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔"

"اوکے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ وہ چلی گئی تو اس نے سکون کا لمبا سانس بھر کر دروازہ لاک کر دیا۔

❁.......❁.......❁

"صفدر یہ سچ ہے کہ میں نے خطا کی ایسے شخص سے محبت کی جو قابل نفرت نکلا، مگر اب مجھے تم سے محبت ہے، میں جو تمہارے پاس رہ کر دور ہوں تمہاری ذات کی قسم میں نے اپنی سب سانسیں تمہارے نام کی ہیں۔ میرے جسم و روح کے اب تم ہی مالک ہو تمہاری نفرت تمہارا غصہ سب بجا ہے مگر یہ معصوم ہمارا بیٹا تو بے قصور ہے، اس کو اپنی نفرت کی سزا کیوں دیتے ہو؟ اسے اپنی محبت سے کیوں محروم کرتے ہو؟ میں تمہیں کیسے احساس دلاؤں کیسے بتاؤں کہ میرے دل پر کیا گزرتی ہے جب تم اپنے ہی بچے کے وجود سے انکاری ہوتے ہو۔ میں ایک ماں ہوں، اپنے بچے کی یہ ناقدری مجھے کتنی اذیت دیتی ہے تمہیں کیسے بتاؤں؟" عبدالصمد کو گود میں لیے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ بڑی دیر سے یہی سوچ رہی تھی۔ بھول گئی کہ دودھ چولہے پر رکھا تھا' صفدر خونخوار انداز میں کمرے میں داخل ہو کر گرجا۔

"تم ماضی کے عشق سے نجات مل جائے تو کچن میں جا کر دیکھو دودھ ابل کر ختم ہوگیا۔ دیگچی جل کر دھواں دے رہی ہے۔" وہ جلدی سے عبدالصمد کو بیڈ پر لٹا کر دوڑی مگر عبدالصمد اس تبدیلی پر رونے لگا۔ وہ ذرا سا اس کے قریب آیا دل چاہا کہ اسے چپ کرائے مگر زیبا فوراً آ گئی تھی وہ پیچھے ہو گیا۔

"معذرت چاہتی ہوں کہ دودھ میری غفلت سے ضائع ہوگیا۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ تو وہ طنزیہ ہنس کر بولا۔

"غفلت تو تمہاری عادت ہے۔"

"جی، کیونکہ انسان ہوں۔"

"ہنہہ۔" اس نے تمسخر اڑایا۔

"کاش آپ بھی انسان ہونے پر فخر کرتے۔"

"انسان ہوں فرشتہ نہیں۔"

"ظاہر ہے اسی لیے تو ایسے ہیں۔"

"مجھے جذباتی بحث سے کوئی سروکار نہیں تمہیں اپنے ماضی سے سبق حاصل نہیں ہوا۔ ابھی بھی اتنی محویت کا عالم ہوتا ہے۔" وہ کچوکے لگانے کے ساتھ مسکرایا۔

"آپ کو یہ بات جانے کیوں بھولی ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بے پناہ رحمتوں کے ساتھ جب چاہے، جس کو چاہے جس وقت چاہے معاف کردے۔"

"ہمہ... لیکن شوہر معاف نہ کرے تو پھر۔" اس نے پوچھا۔

"تو اس کے لیے اللہ ہی سے دعا کرنی چاہیے جو کہ میں کرتی رہتی ہوں کہ اللہ پاک آپ کے دل میں نرمی پیدا کردے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"مطلب میں غلط ہوں اس لیے یہ دعا کرتی ہو۔" وہ غرایا۔

"غلط تو کوئی بھی، کبھی بھی ہوسکتا ہے۔"

"مجھے غلط ہی رہنے دو۔"

"کھانا لے آؤں۔" اس نے موضوع بدلا۔

"نہیں، میں امی کے ساتھ کھالوں گا۔"

"وہ دیر سے اور کھانا کھا کر آئیں گی۔" اس نے جتایا۔

"تب بھی فرق نہیں پڑتا۔" وہ کہہ کر پلٹا۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک گزارش ہے۔"

"مجھے نہانا ہے اور عبدالصمد کے پاس آپ کچھ دیر بیٹھ جائیں تو......" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا تو وہ بولا۔

"میں تمہارا زر خرید نہیں ہوں۔"

"آپ تو ہمارے کچھ بھی نہیں ہیں مجھے معلوم ہے۔" زیبا کا دل دکھ سے بھر گیا۔ وہ پیٹھ موڑ کر کمپیوٹر میں مصروف ہوگیا۔ اس نے کچھ دیر کھڑی ہوکر اس کی پشت کو گھورا پھر اٹھ کر نہانے کے لیے واش روم میں گھس گئی۔ وہ اپنے کام میں مصروف لاعلم تھا، پتا اس وقت چلا جب عبدالصمد پہلے کسمسایا پھر رونے لگا۔ کچھ کہنے کا فائدہ نہیں تھا۔ مجبوراً عبدالصمد کے قریب بیٹھ کر تھپکنا پڑا، گلابی گلابی گول مٹول سا عبدالصمد اس کے تھپکنے پر چپ ہوگیا اور معصوم نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگا تو بے اختیار اس کے لبوں پر مسکان کھل گئی۔ دل چاہا کہ اس کے گال چوم لے مگر پھر ہاتھ سے چھو کر ہی رہ گیا۔ چھونے پر عبدالصمد مسکرا کر ہمکنے لگا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے بیڈ سے اٹھالیا جائے۔ دل کی سختی آڑے آئی، اٹھاتے اٹھاتے چھوڑ دیا۔ اسی اثنا میں واش روم کا دروازہ کھلا تو وہ تیزی سے واپس کرسی پر جا بیٹھا اور عبدالصمد نے پھر سے رونا شروع کردیا وہ لپک کر بیٹے کے پاس آئی اور اسے گود میں لے کر تھپکنے لگی۔

"ایسے کام اس وقت کیا کرو جب امی گھر میں ہوا کریں۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زیبا کو برا نہیں لگا کیونکہ اس کا بھاگتا ہوا سایہ اس نے دیکھ لیا تھا۔

❁......❁......❁

رات سے تیز بارش کا سلسلہ جاری تھا۔ صبح چھ بجے تیز بارش رم جھم میں تبدیل ہوگئی تھی۔ وہ کافی کا مگ لے کر بالکنی میں کھڑی رم جھم برستی بوندوں کو دیکھتے ہوئے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔ بوبی نے اسے کھڑا دیکھ کر اس کے پاس آنے کا ارادہ کیا۔ دبے قدموں اس کی پشت پر پہنچا اور دھیرے سے بولا۔

"ہیپی رینی مارننگ۔"

"ہنہ آپ کی آنکھ کھل گئی۔"
"رات بھر بارش کا شور تھا بس ڈسٹرب رہی۔" وہ برابر آ کھڑا ہوا۔
"یہ سلسلہ تقریباً چار روز جاری رہے گا۔" شرمین نے بتایا۔
"چلو زمین سیراب ہوگئی۔"
"ہاں صرف زمین۔"
"مطلب؟" وہ نہ سمجھا۔
"یہ آسمان سے گرنے والی بوندیں انسان کے اندر نہیں گرتیں اندر تو کرب والم کی طوفانی بارش بھی برس برس کے دم توڑ دیتی ہیں، مگر بے وفائی کی پتھریلی زمین پر پھیلے یادوں کے نشان کبھی نہ دھلتے ہیں اور نہ کبھی ان کی پیاس میں کمی آتی ہے، کاش آسمان سے گرنے والی بوندیں ہمارے اندر اتر کر ہمیں اندر سے سیراب کرسکتیں۔" وہ جذب کے عالم میں بہت دھیرے سے اتنا بول گئی، بوبی نے حیرت سے کہا۔
"واہ، Heart Touching۔"
"ہنہ تمہارے نزدیک۔" وہ کچھ افسردگی سے بولی۔
"یار کیا اداسی والی باتیں شروع کردیں۔"
"کیونکہ میں اداس شخصیت کی مالک ہوں۔"
"ہرگز نہیں، تم بہت خوب صورت ہو۔"
"خوب صورت ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان اداس بھی نہ ہو۔" وہ کرب سے مسکرائی۔
"اوشرمین کتنا دلکش موسم ہے اس میں ایسی باتیں نہیں کرتے۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔
"میں تو ایسی ہی ہوں۔" وہ اندر کمرے میں آ گئی۔
"میری بات سنو۔" وہ بھی اندر آ گیا۔
"جی۔"
"چلو کہیں باہر چلتے ہیں تمہارا موڈ بھی ٹھیک ہوجائے گا۔"
"میرے موڈ کو کچھ نہیں ہوا، میں ٹھیک ہوں۔"
"نہیں! وہ اداسی کا دورہ جو پڑا ہوا تھا۔"
"وہ بھی زندگی کا حصہ ہے۔"
"تو پھر چلتے ہیں۔"
"نہیں، بارش تھم گئی ہے آفس جانا ہے۔" اس نے صاف جواب دیا۔
"یار، کیا بوریت ہے تم بہت بور ہو۔"
"ہوں آج ٹھیک سمجھے ہو یہ فرق۔" وہ مسکرائی۔
"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔
"مطلب یہی کہ تمہاری اور میری عمروں میں یہ فرق واضح ہے۔"
"اوہ گاڈ، پھر الٹا سوچ لیا۔"
"خیر، جاؤ جا کر تیاری پکڑو، میں ذرا ناشتہ وغیرہ دیکھ کر تیار ہوتی ہوں۔" اس نے کہا۔

"شرمین حد ہے۔" وہ جھنجلایا۔
"ماما کے پاس جاؤ۔"
"وہ ٹی وی لاؤنج میں قرآن پاک پڑھ رہی ہیں۔" اس نے بتایا۔
"اچھا تو پھر چلو۔"
"مطلب ہم کہیں نہیں جارہے۔"
"ہم صرف آفس جائیں گے اب جاؤ۔"
"او کے سہیر مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔"
"کیا! بوبی یہ بچپنا کب جائے گا پھر کہتے ہو کہ مجھے بچہ نہ کہو۔" اسے ہنسی آگئی۔
"خبردار۔"
"ہاہاہا۔" وہ ہنسنے لگی۔
"یہ ہوئی نہ بات۔"
"چھوٹی چھوٹی بات پر کھانا پینا چھوڑنا بچوں کی عادت ہوتی ہے۔" ہنسنے کے بعد وہ بولی۔
"بس ایسا ہی ہوں میں۔" وہ یہ کہہ کر پاؤں پٹختا ہوا چلا گیا۔ وہ بڑی دیر تک مسکراتی رہی۔ بوبی کی وجہ سے اس کی افسردگی میں کمی آگئی تھی۔

❁......❁......❁

منھی آفس کے لیے تیار ہوکر حاجرہ بیگم کے پاس آئی تو انہوں نے قریب بیٹھنے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئی تو انہوں نے اپنے تکیے کے نیچے سے دو ہزار روپے نکالے اور کہا۔
"منھی بیٹا! میری تو عدت کے دن باقی ہیں تم کچھ چیزیں عبدالصمد کے لیے خرید لانا کچھ تو کپڑے وغیرہ رکھے ہیں۔"
"خالہ جان یہ پیسے رکھیں میں لے آؤں گی۔" منھی نے پیسے ان کی مٹھی میں بند کرتے ہوئے کہا تو ان کی آنکھیں بھر آئیں۔
"اللہ نے ایک بچی دی مگر ساتھ ہی غربت بھی رکھی ہمارے ارمان پورے کرنے کی خواہش دل میں ہی رہ گئی۔"
"ایسا کیوں سوچتی ہیں کوئی غربت نہیں ہے میں زیبا کی سہیلی اور بہن ہوں، کچھ کمی نہیں چھوڑوں گی بس اللہ سے دعا کریں کہ اس کا گھر آباد رہے۔" منھی کی آواز میں خدشات کی آمیزش سے حاجرہ بیگم فکر مند ہوگئیں۔
"منھی۔"
"جی۔"
"زیبا اب خوش تو ہے۔"
"آپ کو کیا لگتا ہے؟"
"اس نے ضد پکڑ رکھی تھی خلع کی۔"
"فی الحال تو ایسا نہیں کہہ رہی۔" منھی نے ٹالا۔
"اسے سمجھاؤ ایسی بات سوچے بھی نہ لڑکیوں کے گھر آباد ہی اچھے لگتے ہیں۔ اب تو اس کے ابا بھی نہیں رہے۔"
"خالہ آپ فکر نہ کریں بس دعا کیا کریں۔"
"پتا نہیں کیوں مجھے دھڑکا سا لگا رہتا ہے۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔"

"صفدر ذرا سنجیدہ مزاج ہے دل کا برا نہیں۔" حاجرہ بیگم نے داماد کی تعریف کی تو نمی کو ہنسی آ گئی وہ انہیں کیا بتاتی کہ صفدر کیسے ہیں؟

"بس کسی کے بارے میں کچھ بھی کہنا مشکل کام ہے۔" نمی نے دھیرے سے کہا۔

"مگر زیبا کی ناجائز ضد کے بارے میں تو ہم جانتے ہیں، ویسے بیٹا تمہیں کیا لگتا ہے کہ زیبا کیوں ناخوش ہے؟" حاجرہ بیگم نے نمی سے ایسا سوال کرلیا کہ وہ گڑبڑا گئی۔

"بس وہ صفدر بھائی کچھ سخت مزاج ہیں شاید اس لیے۔"

"کوئی سخت مزاج نہیں اور پھر جہاں آرا بہن کتنی اچھی خاتون ہیں ایسا گھر خوش قسمت لڑکیوں کو ملتا ہے۔"

"ہاں بہت خیال رکھتی ہیں عبدالصمد میں تو ان کی جان ہے۔" نمی نے کہا۔

"اللہ بس خوش رکھے۔" حاجرہ بیگم نے کہا تو نمی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خالہ اب میں چلتی ہوں دیر ہو رہی ہے اور سامان کی فکر نہ کریں سب آ جائے گا۔"

"جیتی رہو اللہ خوش رکھے۔" انہوں نے دعا دی۔

"آپ نے وقت پر کھانا کھانا ہے اور آرام کرنا ہے۔" نمی نے جاتے ہوئے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔ ان کے لیے اللہ نے بیٹی بھیج دی تھی جو ہر طرح سے ان کا خیال رکھتی تھی۔ نمی ناشتہ کروا کے، دوپہر کا کھانا تیار کر کے جاتی تھی۔ واپسی پر فروٹ لے کر آتی ان کو وقت دیتی پھر رات کا کھانا تیار کرتی۔ اس کے پاس اپنے آرام کا وقت بھی نہیں بچتا تھا۔ پھر ان کے ساتھ ٹی وی دیکھنا تاکہ انہیں تنہائی کا احساس نہ ہو، وہ نہ ہوتی تو وہ کس قدر اکیلی پڑ جاتیں۔ اللہ تعالیٰ کس قدر حکمت کے تحت نظام حیات چلاتا ہے۔ کس کو کہاں اور کیوں رکھنا ہے اس سے بہتر کون جانتا ہے؟

❁.....❁.....❁

صفدر کو اپنے ہیڈ آفس کی طرف سے پروموشن لیٹر ملا تو دل چاہا کہ یہ خوشی سب سے پہلے اپنے بچپن کے دوست عارض سے شیئر کرے، فون کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر پھر کھینچ لیا۔ آفس والوں نے فوری طور پر مٹھائی اور چائے کا انتظام کرلیا تھا۔ سب کولیگز بہت خوش تھے تنخواہ میں اضافے کے ساتھ گھر اور دوسری گاڑی بھی ملی تھی۔ کولیگز کو کھانے کا کہہ کر وہ سیدھا گھر پہنچا تو زیبا کے ہمراہ نمی کچن میں مصروف تھی۔ امی اس کے کمرے میں عبدالصمد سے پیار بھری باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے مٹھائی کا ڈبا انہیں تھماتے ہوئے اپنی ترقی کا بتایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھیں اور پوتے کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"ماشاءاللہ یہ سب میرے عبدالصمد کے آنے کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ ٹھٹکا امی نے اس کی خاموشی کا نوٹس لیا۔

"بیٹا تمہیں نہیں لگتا کیا؟"

"آپ جو بھی سمجھیں ہمیں نئے گھر میں شفٹ ہونا ہے۔" وہ اکھڑا اکھڑا سا بولا۔

"ہیں کون سا گھر؟"

"امی پوش ایریے میں بڑی کوٹھی ہے گاڑی ملی ہے یہاں سے شفٹ کرنا ہوگا۔" وہ جوتوں کے تسمے کھول کر جرابیں اتارتے ہوئے بولا۔

"ارے بھئی کوئی زبردستی ہے ہم اپنا گھر کیوں چھوڑیں عبدالصمد اپنے دادا کے گھر میں ہی پروان چڑھے گا۔"

"تو آپ یہاں رہیں کیونکہ یہاں کوئی بڑی گاڑی نہیں آ سکتی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"مطلب تم ہمیں چھوڑ کر نئے گھر میں رہو گے؟" امی نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"جی۔"

"خالہ جی آپ سب اکٹھے نئے گھر میں رہیں یہ صفدر بھائی کی مجبوری ہے۔" منمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"کون سب؟" صفدر نے ابرو چڑھا کر منمی کو دیکھا۔

"آپ سب۔" منمی بوکھلا گئی۔

"یہاں جو رہنا چاہیں رہیں۔" وہ گول مول سا جواب دے کر واش روم میں گھس گیا۔

"یہ کیسی باتیں کررہا ہے؟" جہاں آرا حیرت زدہ تھیں منمی ٹال گئی اسے صفدر کی بات سمجھ میں آ گئی تھی لیکن خاموشی بہتر تھی۔

"منمی بیٹا ذرا عبدالصمد کے پاس ہی رہنا میں ابھی آتی ہوں۔" جہاں آرا چلی گئیں۔

تب منمی منتظر تھی صفدر کی کہ وہ باہر نکلے تو وہ بات کرے، پھر چند منٹ بعد وہ واش روم سے باہر آیا تو منمی نے جلدی سے کہا۔

"صفدر بھائی پلیز اپنے دل میں نرمی پیدا کریں۔"

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تنکے بکھریں گے تو سکون کسی کو بھی نہیں آئے گا۔"

"دیکھو ذیبا کو اپنے فیصلے کے مطابق جانا ہے، پھر میں اور میری امی جہاں چاہیں وہیں رہیں گے۔"

"آپ کی امی کیا ذیبا اور عبدالصمد کی جدائی برداشت کرلیں گی؟" منمی نے پوچھا۔

"یعنی اب اس طرح بلیک میلنگ ہوگی۔" وہ طنزیہ ہنسا۔

"پلیز، میری بات کا غلط مطلب نہ لیں وہ تو جانے کو تیار ہے لیکن آپ اپنی امی کا سوچ لیں۔" منمی نے واضح کیا۔

"ٹھیک ہے میں ہی چلا جاؤں گا۔"

"آپ کیوں جائیں؟"

"تو پھر۔"

"صفدر بھائی پلیز۔" منمی نے التجا کی۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جہاں آرا کمرے میں آ گئیں۔ صفدر نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا لہٰذا بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

❁......❁......❁

صفدر کی بات کا جہاں آرا نے اتنا اثر لیا کہ رات بھر جاگتی رہیں سوچتی رہیں کروٹیں بدلتی رہیں بہت سے آنسو ڈھیر سے بہہ کر یادوں کی پرچھائیاں ذہن میں تازہ کرتے رہے۔ اس گھر کی ایک ایک قدم پر ان کی شادی سے لے کر اس عمر کی ناتوانی تک کے تمام منظر نقش تھے۔ اپنے والدین کا گھر چھوڑ کر اس گھر میں آئیں تو پھر رشتوں کی مٹھاس سے اس گھر کو بھر دیا۔ ساس سسر کی خدمت میں سب کچھ فراموش کیا اللہ نے جان لٹانے والے شوہر کی رفاقت عطا کی تھی۔ صفدر کے وجود سے آنگن مہکا تو زندگی کی ہر خوشی مل گئی۔ محبتوں کے اس سفر میں وقت تیزی سے گزر گیا ساس سسر رخصت ہوئے تو تنہائی کاٹنے کو دوڑتی ایسے میں یہ گھر ہی تھا جس سے ان کی مہک آتی تو جی بہل جاتا۔ پھر شوہر کی جدائی کا صدمہ بھی اسی گھر کی دیواروں نے ان کے ساتھ مل کر سہا۔ صفدر کے احساس سے در و بام جگمگاتے تو وہ ہر دکھ بھول جاتیں اب جبکہ صفدر کی شادی اور اس کی اولاد کا تحفہ قدرت نے دے دیا تو وہ اس گھر سے کیسے رخصت ہو جائیں یہ ممکن

نہیں ہرگز نہیں۔" وہ یک دم بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں اور پھر کسی پل سکون میسر نہ آیا۔

"میں اپنا گھر اپنی جنت اپنے شوہر کی نشانی چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔" یہ فیصلہ کرکے وہ اس پر قائم بھی رہیں۔

صبح فجر کی نماز پڑھ کر صفدر جوں ہی واپس لوٹا تو انہوں نے اسے تحکم سے بلایا اور صاف لفظوں میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"مجھ سے آئندہ یہ گھر چھوڑنے کی بات ہرگز نہ کرنا۔ میں مرجاؤں تو جہاں مرضی جانا۔"

"امی صبح صبح کیسی باتیں کررہی ہیں؟" وہ دہل گیا۔

"صحیح کہہ رہی ہوں۔" انہوں نے تسبیح اٹھا کر پڑھتے ہوئے کہا۔

"ہم گھر نہ بیچ رہے ہیں نہ بند کررہے ہیں بس نئے گھر میں شفٹ ہورہے ہیں۔" وہ بولا۔

"ہم نہیں، صرف تم۔" وہ گرجیں۔

"کیا مطلب؟"

"میں میرا پوتا اور بہو کہیں نہیں جائیں گے۔"

"تو آپ کی بہو نے کان بھرے ہیں۔" وہ ایک دم بیوی پر غصہ نکالنے کو تیار ہوگیا۔

"فضول مت بولو اس غریب کو تو پتا بھی نہیں۔"

"جی، یہ آپ کا خیال ہے۔"

"تم اس کو ملوث کیوں کررہے ہو؟"

"اس لیے کہ اس کو اپنا فائدہ درکار ہے۔"

"کون سا فائدہ؟"

"تاکہ وہ یہاں عیش کرے۔"

"ہاں تو اس گھر کی بہو ہے عیش کرنا اس کا حق ہے۔"

"یہی، یہی چالاکی ہے اس کی۔" وہ بپھر گیا۔

"ایسا کرو تم جس کے ساتھ چاہو اس گھر میں رہو، ہمیں یہاں رہنے دو۔" انہوں نے سختی سے کہا تو وہ ہونق بنا ان کا منہ تکنے لگا۔

"آپ کو ذرا خوشی نہیں ہوئی میری پروموشن کی۔"

"پروموشن کی خوشی الگ ہے میں یہ گھر مرکر ہی چھوڑوں گی۔" وہ کچھ نرمی پر اتر آئیں۔

"آپ نہیں یہ آپ کی لاڈلی بول رہی ہے۔"

"غضب خدا کا ناحق تہمت لگاتے ہو، جاؤ یہاں سے۔" وہ خفا ہوگئیں تو وہ شرمسار ہوا۔

"امی آپ غور کریں، یہ خوشی کی بات ہے یہ گھر ہم سارا کھلا رکھیں گے کسی اچھی فیملی کو کرائے پر دے دیں گے۔" اس نے سمجھانا چاہا۔ مگر ان کا ایک ہی فیصلہ تھا۔

"کان کھول کر سن لو یہ میرا گھر ہے میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔" ان کی بات سن کر وہ کچھ اور نہیں بولا باہر نکل گیا۔

❁.....❁.....❁

آفس میں بیٹھا وہ کئی بار آغا جی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرچکا تھا۔ وہ دانستہ یا غیر دانستہ اس کا فون ریسیو نہیں کررہے تھے لیکن اسے تو یہی لگتا تھا کہ بابا ناراض ہیں اس لیے فون نہیں سن رہے اسے بہت دکھ ہورہا تھا اس کے پیارے بابا کتنے

ہرٹ ہوئے ہیں اس کی وجہ سے جو اسے کسی طور قبول نہیں تھا۔ وہ ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ٹریول ایجنٹ کانٹیکٹ کیا تو اسے یاد آیا کہ کسی وزیٹر کا بتایا گیا تھا وہ اپنی سوچوں میں بھول گیا تھا۔ مگر اس نے منع کر دیا کہ مصروف ہوں واپس بھیج دیں۔ دل پر اداسی طاری تھی ایک گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی پانی کا گلاس گھونٹ گھونٹ پیا اور طویل سانس بھر کے کچھ سکون آیا۔ مگر عین اسی وقت دروازہ ہلکی دستک کے کھلا اور رنجنا تیزی سے اندر آ گئی وہ بھونچکا رہ گیا وہ دفتر بھی پہنچ گئی۔

"یہاں؟"

"تو یہ مصروفیت ہے آپ کی خالی کمرہ خالی کرسیاں؟" اس نے شرمندہ کیا مگر وہ خفا ہو گیا۔

"مس رنجنا آپ کو کسی بے تکلفی کے لیے منع کیا تھا۔"

"مسٹر عارض میرا خیال بھی یہ تھا مگر میں بور ہو رہی تھی۔" اس نے کھلے دل سے اعتراف کیا اور بے تکلفی سے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

"کمال ہے کیا ہے آپ کا دین دھرم..... تعلیم تربیت..... کیا سکھایا ہے آپ کے والدین نے؟" وہ جھنجلا سا گیا بہت کچھ کہہ گیا۔

"ماتا پتا ہیں نہیں اور دھرم کوئی بھی ہو مجھے جینے کی آزادی دیتا ہے۔"

"تو جیو اپنے لوگوں میں۔" وہ بولا۔

"وہ اپنا ہی تو ہوتا ہے جو آپ کی زندگی میں کہیں سے بھی آ جائے۔"

"دیکھو میرے پاس بے کار وقت نہیں ہے اب آپ جاؤ۔"

"عارض کبھی میری ذات کو اہمیت دو۔" اس نے ایسے کہا کہ وہ چونکا۔

"کیوں؟ آپ کو جانتا نہیں میں، بلاوجہ میری کوفت میں اضافہ کرتی ہیں آپ۔" وہ سفاکی سے بولا۔

"تو جان لو، مان لو۔" اس نے بے باکی سے کہا۔

"کس قسم کی لڑکی ہو؟" وہ چلا اٹھا مگر اسی لمحے پاکستان سے آغاجی کی کال آ گئی وہ بہت بدتمیز بن گیا۔

"اب تم جاؤ۔" فون مسلسل بج رہا تھا کچھ سوچ کر رنجنا اٹھی اور چلی گئی اس نے جلدی سے فون اٹینڈ کیا۔

"ہیلو، بابا۔"

"ہمہہ، چلی گئی وہ۔" آغاجی نے قدرے تحمل سے خلاف توقع بات کی تو وہ بوکھلا گیا۔

"وہ... وہ... کون؟"

"وہ لڑکی مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے وہ تمہارے ساتھ کسی سازش کے تحت میل جول بڑھا رہی ہے۔"

"بابا وہ کوئی بھی ہو مجھے اس سے دلچسپی نہیں۔"

"نظر آ رہا ہے مجھے۔" بابا نے طنز کیا۔

"آپ کو کوئی غلط گائیڈ کر رہا ہے۔"

"میں نے سمجھا نا تھا خیریت چاہتے ہو تو نکل آؤ وہاں سے میں وہاں سے بزنس ہی وائنڈ اپ کر دوں گا۔"

"بابا میں نے آنا ہی ہے۔"

"ہاں برباد ہو کر معصوم شرمین کا دل دکھا کر۔"

"آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"تمہاری بلا سے۔"

"بابا پلیز۔"

"اپنے دوست سے بھی نظریں پھیر لیں۔ احساس ہے وہ کیا سوچتا ہوگا؟"

"بابا وہ مجھے غلط سمجھ رہا ہے حالات بہتر ہوجائیں گے۔" اس نے ٹالا۔

"چھوڑو یار، بہت شرمندہ کیا ہے آپ نے۔"

"سوری بابا۔" وہ شرمساری سے بولا۔

"سوری کرنی ہے تو اس بے گناہ لڑکی سے کرو، جس سے ملتے ہوئے بھی میں شرمندگی محسوس کررہا ہوں۔"

"آپ کو بس بلاوجہ ایسا محسوس ہورہا ہے۔"

"ٹھیک ہے جو بہتر لگے کرو۔" انہوں نے کہا۔

"آفس فیکٹری سب ٹھیک ہے۔"

"ہمم۔"

"بابا۔"

"اللہ حافظ۔" آغا جی نے کہہ کر فون بند کردیا۔

❀......❀......❀

سالانہ بونس کی تقسیم کے بعد لنچ کا انتظام کیا گیا تھا۔

زینت نے بونس تقسیم کیا تو کچھ گھبراہٹ سی محسوس ہوئی شرمین نے جونہی ان کو دیکھا تو فوراً انہیں سہارا دے کر اپنے آفس میں لے آئی انہیں آرام سے صوفے پر کشن کے سہارے لٹایا۔ پانی پلایا مگر طبیعت کچھ سنبھل نہیں پارہی تھی۔ شرمین نے ڈاکٹر کو بلوایا۔

بوبی کو اطلاع کی وہ دوڑا چلا آیا ڈاکٹر نے چیک کیا اور آرام کا مشورہ دیا اور ایک دو ٹیسٹ کرانے کے لیے لکھ دیے۔

"چھوڑو ڈاکٹرز کو صرف ٹیسٹ لکھنے کا شوق ہوتا ہے۔" زینت نے صاف منع کردیا۔

"ماما ڈاکٹرز کوئی دشمن تو نہیں ہوتے۔" بوبی نے کہا۔

"بوبی ٹھیک کہہ رہا ہے آپا۔" شرمین نے بوبی کی تائید کی۔

"شرمین بس اب دواؤں اور ٹیسٹوں سے طبیعت اوب گئی ہے، جو رات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں گزرے گی۔" زینت نے دھیرے سے کہا تو شرمین نے خفگی کا اظہار کیا۔

"آپا...... ایسی باتیں کرکے آپ ٹھیک نہیں کررہیں۔"

"ٹیسٹ ہوں گے۔" بوبی نے کہا۔

"نہیں کرانے، بس گھر چھوڑ آؤ۔" زینت اٹھ بیٹھیں۔

"آپا...... پلیز ٹیسٹ کراتے ہوئے چلتے ہیں۔" شرمین نے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"شرمین آج خوشی کا موقع ہے آپ اسٹاف کے ساتھ رہو، مجھے ڈرائیور گھر چھوڑ آئے گا اور وہاں بابا اور بھولی میرا خیال رکھیں گے۔" زینت نے کہا۔

"اوکے مگر میں نے اور شرمین نے باہر جانا ہے۔" بوبی نے کہا۔

"کیا...... بوبی تمہیں وقت اور موقع محل کا پتا نہیں چلتا؟" شرمین نے حیرت سے کہا۔

"یہی تو افسوس ہوتا ہے۔" زینت نے تاسف کا اظہار کیا۔

"اس میں ایسی کیا بات ہے؟" بوبی نے پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" شرمین نے چڑ کر کہا اور باہر نکل گئی تو زینت نے بوبی کو نرمی سے سمجھایا۔
"دیکھو بیٹا شرمین سے وہ بحث مت کیا کرو، جس سے وہ چڑتی ہے۔ اس کا مزاج سمجھنے کی کوشش کرو، ایک طرف اس سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو دوسری طرف اس کے مزاج کی مخالفت۔"
"ماما، کبھی تو وہ میری بات مان لیا کرے۔"
"ابھی تو اس نے تمہیں نہیں مانا تمہاری بات کیسے مان سکتی ہے؟"
"کیا مطلب؟"
"یہی تو فرق ہے، جس سے شرمین کا اختلاف ہے۔" زینت نے کہا۔
"ماما، اس کے اندر بوڑھی روح سمائی ہے میں اسے نکالنا چاہتا ہوں۔"
"کیوں، کسی کی ذات میں اتنی دخل اندازی کس لیے اور آپ اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ کھلنڈری، لاابالی لڑکی نہیں بہت سنجیدہ بھی نہیں ہے، بس سمجھدار ہے۔"
"ماما" وہ رکا۔
"بیٹا شرمین چاہے جانے کے قابل ہے، اسے یوں نہ پرکھو ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔" انہوں نے ذومعنی بات کی۔
"آپ جانتی ہیں میں اس سے محبت کرتا ہوں مگر وہ ہاں تو کرے۔"
"صبر اور حوصلہ دوسری بات یہ کہ اتنا ظرف محبت کا ہونا چاہیے کہ نہ بھی ملے تو احترام میں کمی نہ ہو۔"
"نہ ملے، کیا مطلب؟ آپ جانتی ہیں میں شرمین کے علاوہ کچھ اور نہیں مانگتا۔" وہ ایک دم جذباتی ہو گیا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں شرمین آ گئی۔
"آئیں زینت آپا ہم گھر چلیں میں سارے اسٹاف سے مل کر بات کر آئی ہوں۔"
"شاباش۔" زینت خوش ہو کر ان دونوں کے سہارے اٹھیں اور پھر صرف شرمین کا ہاتھ تھام کر چلنے لگیں بوبی وہیں کھڑا رہ گیا۔

❀......❀......❀

"بھولی، بھولی، باہر نکلو۔" بوبی سے جب صبر نہ ہوا تو واش روم کا بند دروازہ پیٹ ڈالا۔ کھٹ سے دروازہ کھل گیا۔ وہ ڈری سہمی سی سامنے آ گئی وہ اس سے کچھ کہنے سے پہلے پانی گرنے کے شور سے پریشان ہو کر اندر گھس گیا۔ شاور سے پانی گر رہا تھا۔ اس نے جلدی سے بند کرنے کی کوشش کی لیکن لیور فری ہو گیا تھا۔ شاید الٹا سیدھا گھمانے اور زبردستی کرنے کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا۔ وہ آگ بگولہ ہو کر باہر نکلا اور اس پر برس پڑا۔
"ایڈیٹ۔"
"جی۔" اس نے تیل سے بھرے بالوں سے ٹپکتے پانی کو دوپٹے کے پلو سے رگڑتے ہوئے جواب دیا۔
بوبی کو بے ساختہ اس کی سادگی پر ہنسی آ گئی تو وہ رخ موڑ کر ہنسنے پر مجبور ہو گیا۔
"تم میرے واش روم میں کیا کر رہی تھیں؟" اس نے کچھ غصہ ظاہر کیا۔
"وہ میں شاور دیکھ رہی تھی۔" وہ بولی۔
"کیوں، کیا ضرورت تھی اور اپنا حلیہ دیکھو۔" وہ بولا۔
"وہ......میں۔"

"چلو اب جاؤ کپڑے بدلو۔" وہ کہہ کر پلٹا تو اسی لمحے شرمین اندر آ گئی سارا منظر اس کے لیے پسندیدہ نہیں تھا۔

"یہ کیا ہو رہا تھا؟"

"اسی بھولی بیگم سے پوچھو۔" بوبی نے استہزائیہ انداز اختیار کیا۔

"وہ میں!؟" بھولی منمنائی۔

"جاؤ کپڑے بدلو کیا بے ہودگی ہے۔" بھولی باہر بھاگی تو بوبی نے ہنستے ہوئے اسے بتایا۔

"بے وقوف نے شاور کی حالت بگاڑ دی۔"

"بوبی، بچے تو نہیں ہو کتنی فضول حرکت ہے یہ۔" شرمین نے اسے کہا تو بوبی نے اس کی کلائی تھام کر اسے واش روم میں کھینچا۔ شرمین کو اندازہ نہیں تھا کہ اب تک پانی ضائع ہو رہا ہے۔

"یہ سب تم دیکھتے رہے۔"

"ہمنہ ایسے۔" بوبی نے اس کو شاور کے بالکل نیچے کھینچ لیا۔ وہ غصے سے چلائی۔

"بوبی یہ کیا بے ہودگی ہے چھوڑو میرا ہاتھ، چھوڑو۔" اس کے چلانے کا بوبی پر قطعاً اثر نہیں ہوا۔

"یار کتنا اچھا لگ رہا ہے۔" بوبی نے پیار سے کہا تو وہ پھٹ پڑی۔

"شٹ اپ، چھوڑو مجھے کس قدر بے ہودہ ہو۔"

"لو، چھوڑ دیا، ہر بات بے ہودہ لگتی ہے لائف کو انجوائے کرنا سیکھو۔" وہ بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے واش روم سے باہر آ گیا۔ شرمین نے دوپٹہ اچھی طرح اپنے گرد لپیٹا اور باہر نکل کر غصہ اتنا بولی۔

"یہی فضول حرکت بھولی کے ساتھ کی ہوگی۔" غصے میں بل کھاتی وہ کمرے سے باہر نکل گئی تو بوبی کو احساس ہوا کہ معاملہ بگڑ گیا ہے جو چاہا وہ ہوا نہیں، شرمین سخت ناراض ہو گئی ہے اور شاور کی خرابی اپنی جگہ موجود تھی۔ ایک دم ذہن میں آیا کہ مین وال سے واش روم کی واٹر سپلائی بند کر دینا چاہیے۔ باہر بھاگا تو شرمین کے کمرے سے غصے بھری آواز آ رہی تھی وہ بھولی کو برا بھلا کہہ رہی تھی بھولی کی سسکی بھری آواز پر اس کا دل دکھی ہو گیا۔ سوچا کہ اندر جا کر اسے سمجھائے لیکن پھر اپنے گیلے کپڑوں کا سوچ کر رک گیا۔ اس وقت یہ مسئلہ مزید بڑھ سکتا تھا کیونکہ شرمین کا مزاج ایسے مذاق پسند نہیں کرتا مگر اس سے یہ حرکت سرزد ہو گئی۔ ایسا چاہا نہیں تھا مگر ایسا ہو گیا تھا اب شرمین کو سمجھانا اور منانا بہت مشکل کام تھا۔

❁......❁......❁

شام کے چار ساڑھے چار کا وقت تھا۔ بھولی مسلسل کوارٹر میں گھسی تھی۔ دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ شرمین کی ڈانٹ پر دل بھر آیا تھا۔ کئی بار رو چکی تھی۔ ریڈیو سننے کو بھی دل نہیں چاہا۔ بس چارپائی پر تکیے میں منہ دیے پڑی تھی۔ بابا اس کے لیے کھانا لے کر آئے اسے پیار سے پکارا مگر وہ چپ رہی۔

"بھولی بیٹا اپنی غلطی مان لیتے ہیں۔"

"میں نے غلطی کیا کی؟"

"جو کام ہمیں کرنا نہیں ہے تاوہ ہمیں نہیں کرنا چاہیے۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"پانی سے کپڑے گیلے بھرے ہوئے، مجھے شرمین باجی نے بہت ڈانٹا۔"

"مجھے بتایا ہے انہوں نے اچھا نہیں لگتا تم اب بچی نہیں ہو اور تمہیں کیا ضرورت ہے چھوٹے صاحب کے کام کرنے کی۔"

"ماما جی چھوٹے صاحب کا واش روم بہت گندا ہو رہا تھا۔ میں نے پانی بھرنا تھا۔ بس اس کو ہاتھ لگایا تو مجھے چھوٹے صاحب نے نہیں ڈانٹا، باجی نے ڈانٹا ہے۔"

"تو ٹھیک ڈانٹا ہے وہ مالک ہیں ہمیں ڈانٹ سکتے ہیں ابھی تو بڑی بیگم صاحب نے کچھ نہیں کہا۔"
"میں ان کو بتاؤں گی۔" وہ اٹھ بیٹھی۔
"پگلی، یہ بتانے والی بات نہیں ہے۔" انہوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔
"ماما جی مجھے گاؤں واپس چھوڑ آؤ۔"
"کیا، کس کے پاس وہاں کون ہے تیرا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔
"بھولی فضول باتیں نہیں کرتے آئندہ خیال رکھنا الٹے سیدھے کام نہ کیا کرو۔" بابا نے نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دیا تو وہ کھانے لگی۔
"اب تم کھانا کھا کر بڑی بیگم صاحبہ کے کمرے میں جاؤ انہوں نے بلایا ہے۔"
"ہائے اللہ اب وہ بھی ڈانٹیں گی۔" وہ بے ساختہ بولی۔
"ڈانٹیں گی تو کوئی بات نہیں، کہہ دینا کہ پھر ایسا نہیں کروں گی۔"
"اور شرمین باجی۔"
"وہ، وہ بہت اچھی ہیں، معاف کردیں گی۔"
"اچھی تو ہیں۔"
"اچھا اب میں جارہا ہوں آج چھوٹے صاحب نے چائے کے لیے دوستوں کو بلایا ہے شرمین بی بی بہت خاص ہیں انہوں نے اسی گھر میں رہنا ہے بس یہ خیال رکھا کرو۔" بابا نے سمجھایا اور اپنا رومال کندھے پر ڈال کر باہر چلے گئے۔ وہ کھاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ خود جا کر شرمین بی بی سے معافی مانگ لے، اگر انہوں نے معاف نہ کیا تو...... اس کی آنکھیں یہ سوچ کر ہی بھر آئیں۔ پھر...... پھر کیا ہوگا؟ بڑی بیگم صاحبہ بھی تو شاید ناراض ہی ہوں گی تبھی تو بلا رہی ہیں۔ اس نے جلدی سے کھانا ختم کیا برتن اٹھائے اور کوارٹر کا دروازہ بند کرکے تیز تیز قدموں سے چل کر باہر آگئی مگر ٹی وی لاؤنج سے باہر آتے ہوئے بوبی نے اسے گاڑی کی چابی لانے کو کہہ دیا۔ وہ گھبرائی مگر پھر ہاں کرکے پہلے باورچی خانے میں برتن رکھے اور پھر بوبی کے کمرے کی طرف تقریباً بھاگتی ہوئی گئی کمرے میں پہلے سے زینت اور شرمین موجود تھیں۔ شاید واش روم والا مسئلہ زیر غور تھا۔ اسے دیکھ کر زینت نے فقط اتنا کہا۔
"بھولی تم اب بڑی ہوگئی ہو دھیان سے رہا کرو۔" وہ کچھ بھی ہونق بنی کھڑی رہی شرمین نے پوچھا۔
"کیسے آئی ہو؟" تو اس نے چابی اٹھا کر بتایا کہ چھوٹے صاحب نے منگوائی ہے۔
"ٹھیک ہے جاؤ اور چائے کے انتظام میں حمیدہ کی مدد کراؤ۔" زینت نے کہا تو وہ چلی گئی۔
"بہت بے وقوف ہے اب تک ویسی ہی ہے جیسی پہلے دن تھی۔" شرمین نے کہا تو دونوں باتیں کرتی ہوئی باہر آگئیں۔
نماز عصر پڑھ کر وہ ذرا دیر کو بستر پر دراز ہوئی تو اسی وقت بوبی آندھی اور طوفان کی مانند کمرے میں گھسا آیا وہ جلدی سے سمٹ کر بیٹھ گئی اور ناگواری سے بولی۔
"بوبی اتنا تو سیکھ جاؤ کہ کسی کے کمرے میں کیسے آتے ہیں؟"
"میں کسی کے نہیں تمہارے کمرے میں آیا ہوں۔" وہ بڑی روانی میں کہہ گیا۔
"تو میں کیا ہوں؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
"اچھا پلیز اٹھو۔ اچھا سا تیار ہو کر لان میں آجاؤ۔" وہ سب کچھ یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔
"کیوں؟"

"اپنے دوستوں سے ملوانا ہے۔"

"دماغ ٹھیک ہے، میں کیوں ملوں؟"

"فارگاڈ سیک، ہر بات پر بحث نہیں کیا کرو۔" وہ جھنجلایا۔

"بوبی میرا دماغ مت خراب کرو مجھے یہ سب پسند نہیں۔"

"کم آن تم سے تو بھولی بہتر ہے ایسی بحث تو وہ بھی نہیں کرتی۔"

"تو.....تو بھولی کو ملواؤ۔ میرا ٹمپر زاس سے کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے خاصی سختی سے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ کچھ نہ سمجھا۔

"پلیز جاؤ مجھے تمہارا بے ہودہ مذاق پسند نہیں آیا میں بات بھی نہیں کرنا چاہ رہی تم سے۔" وہ اٹھ کر رخ موڑ کر کھڑکی کے پاس چلی آئی۔

"یار، اگر کپڑے گیلے ہوگئے تو کون سا قیامت آگئی؟"

"میرے لیے ایسی حرکتیں قابل تعریف نہیں۔"

"ہم غیر تو نہیں۔"

"ابھی تو اپنائیت کے لیے کافی فاصلہ ہے اور تمہاری حرکتوں کے باعث شاید ایسا موقع کبھی آئے بھی نہیں۔"

"شرمین! پلیز میرے دوست آچکے ہیں۔" اس نے منت کی۔

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"شرمین۔" وہ چلا اٹھا۔

"بوبی مجھ پہ ایری ٹیٹ نہ کرو۔" وہ بھی چلائی۔

"میں نے ان سے وعدہ کیا ہے۔"

"کیا؟"

"کہ میں اپنی محبت سے ملواؤں گا۔"

"تو اب جا کر یہ اعتراف کرلو کہ یہ میرے دماغ کا خلل ہے۔"

"شرمین تم میری محبت کا اعتراف کر چکی ہو۔"

"کیسا اعتراف۔"

"کیا تم میری محبت پر یقین نہیں رکھتیں۔" اس نے عجیب سی معصوم نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے نہیں پتا بس فی الحال یہاں سے جاؤ۔"

"شرمین پلیز تیار ہو جاؤ۔"

"بوبی جاؤ خدا کے لیے۔"

"ہرگز نہیں وہ اڑ گیا۔"

"ٹھیک ہے میں باہر چلی جاتی ہوں، لیکن یاد رکھنا مجھے تمہاری یہی بچکانہ حرکتیں پسند نہیں ہیں۔" وہ دروازے کی طرف بڑھی تو وہ دوڑ کر دروازے کے عین وسط میں ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"اگر تم اتنا برا سمجھتی ہو تو ٹھیک ہے میں یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جاتا ہوں۔" وہ یہ کہہ کر بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔ وہ واپس بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ ذہن بری طرح تھک گیا تھا بوبی کی ایسی باتوں پر اسے غصہ آتا تھا ابھی تو واش روم

والی بات نے اسے ستج پا کیا ہوا تھا کہ وہ دوسری ایک اور بے جا ضد لے کر آ گیا تھا۔

❁......❁......❁

چائے کے لیے وہ آئی تو زمنت آپا چائے کے بے شمار لوازمات سے بھری میز پر تنہا بیٹھی تھیں۔ متفکری، پریشان سی سب چیزیں ان چھوئی ہونے کا ثبوت پیش کر رہی تھیں اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا خاموشی سے زمنت کے برابر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی مگر سوال ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

"بوبی اپنے دوستوں کو لے کر باہر چلا گیا۔" زمنت آپا نے دھیرے سے بتایا اس کو جھٹکا سا لگا۔

"بنا چائے پیئے۔" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"ہاں اتنا کچھ تیار کروایا پھر جانے کیوں؟" زمنت نے کہا ان کی آواز میں بھی فکر موجود تھی۔

"بابا سے پوچھا تھا؟" اسے اندازہ تو تھا مگر ان کی خاطر کہا۔

"ہمم۔ پوچھا ہے بتا رہے ہیں کہ موڈ آف تھا سب کو لے کر باہر چلے گئے۔"

"چائے تیار تھی؟"

"بالکل، یہ سب ضائع کرنے کے لیے بنوایا کوئی بات تھی تو بتاتا نا۔" وہ بہت دکھی سی بولتی رہیں اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ کیوں گیا ہے لیکن ظاہر نہیں کیا۔ شرمندہ سی ہو کر کچھ دیر سوچا پھر آپا کی خاطر مسکرا کر کہا۔

"آپ جانتی تو ہیں کہ لاابالی ہے۔"

"نہیں شرمین اسے لاابالی پن اب چھوڑنا چاہیے۔ میں اپنی زندگی میں اس کی خوشی اور خواہش پوری کرنا چاہتی ہوں مگر یہ مجھے ایسا کر کے پریشان کرتا ہے۔" وہ باقاعدہ رو دیں۔

"آپا آپ اتنا اثر نہ لیں وہ تو بے وقوف ہے۔" وہ اٹھ کر انہیں بازوؤں میں سمیٹتے ہوئے بولی۔

"شرمین خود سوچو یہ سب کتنی محنت سے اور خرچے سے بنا اور وہ چھوڑ کر باہر نکل گیا مجھے بتایا تک نہیں۔"

"کوئی وجہ ہوگی۔"

"کیسی وجہ؟"

"چلیں چھوڑیں آپ چائے پئیں بلکہ یہ فش نگٹس تو لیں۔" اس نے ان کی پلیٹ میں فش نگٹس ڈالنے چاہے مگر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پرے کر دیا۔

"آپا آپ جانتی ہیں کہ بوبی موڈی ہے کسی اور جگہ جانے کا موڈ بن گیا ہوگا۔" بوبی تو روز کوئی ضد، کوئی فرمائش، کوئی خواہش لے کر اس سے الجھتا ہے موڈ بھی اپنا آف کرتا ہے اور کبھی اس کو بے زار کرتا ہے کیا کیا زمنت آپا کو بتائے۔

"شرمین ایک بات کرنا چاہتی ہوں پر ہمت نہیں ہو رہی۔" زمنت آپا نے چائے کا چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"آپا کمال ہے آپ کو کسی ہمت کی ضرورت ہے کیا؟"

"پھر بھی سمجھ میں نہیں آتا تم سے کیسے بات کروں؟" انہوں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ بلاخوف و جھجک ہر بات کر سکتی ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی کچھ مطمئن سی ہو کر مسکرائیں۔

"شرمین میرے کمرے میں آنا پھر بات کریں گے۔"

"جی اچھا مگر اب آپ بے فکر ہو کر چائے پئیں۔"

"کاش بوبی میں سمجھ بوجھ آ جائے۔"

"آپ کیوں اس کے لیے اس طرح سوچتی ہیں وہ ٹھیک ہے۔" اس نے ان کی خاطر بوبی کی بس تعریف ہی کی۔

ویسے بھی اس میں ایک ہی خامی تھی کہ وہ سنجیدہ نہیں ہوتا تھا شرمین کو اس کی وجہ بھی معلوم تھی کہ عمر کا فرق اور حالات و واقعات کے اثرات شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ تو بچپن سے ایسے حالات کا شکار رہی کہ سنجیدگی کے اثرات گہرے ہوتے گئے۔ یہ تو اس کے اندر کی قوت مدافعت تھی کہ وہ محبت کے نام پر دھوکہ کھانے کے باوجود مضبوط تھی۔

عبدالصمد اس کے پاس لیٹا کھیل رہا تھا زیبا کچن سے فارغ ہو کر ان کے کمرے میں آ گئی۔ جہاں آرا کے پیروں کی طرف بیٹھ گئی مگر وہ کسی گہری سوچ میں گم تھیں۔ عموماً تو وہ عبدالصمد کے ساتھ باتیں کر کے اسے گدگدا کر مصروف رہتی تھیں۔

"امی کیا بات ہے؟"

"تمہارے میاں کے فرمان پر غور کر رہی ہوں۔"

"کیسا فرمان؟"

"یہی کہ نئے گھر میں رہنا ہے سامان باندھ لیں۔" وہ بہت اداسی سے بولیں۔

"نیا گھر؟" اس کے لبوں سے نکلا۔

"ہاں بتایا نہیں تمہیں۔" جہاں آرا نے حیرت سے دیکھا۔

"نہیں بھول گئے ہوں گے۔" وہ ہکلائی۔

"بھول بھولتا نہیں وہ کچھ بھی، تمہیں کسی گنتی میں تو رکھتا نہیں۔" وہ طنزیہ بولیں تو وہ نظریں چرا گئی۔

"آج پوچھنا خود۔"

"امی آپ نے ٹھیک کہا تو ہے کہ میں بھلا کس گنتی میں ہوں۔"

"لیکن کیوں؟ منہ سے بولے بتائے کیا خرابی ہے تم میں۔" وہ ایک دم غصے میں آ گئیں اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا آنکھوں میں نمی اتر آئی۔

"میری بچی رونا مسئلے کا حل نہیں، مجھے یہ گھر بہت پیارا ہے۔ میں یہاں سے جانے والی نہیں۔" وہ یکسر بات گھر کی طرف لے آئیں۔ زیبا نے سکھ کی سانس لی۔

"تو آپ منع کر دیں۔"

"کر دیا ہے مگر جتنا وہ سنجیدہ تھا اس بات سے پریشان ہوں۔"

"آپ نہیں چاہیں گی تو وہ زبردستی نہیں کر سکتے۔"

"ارے بھئی وہ تو ہمارا صفدر رہا ہی نہیں، بڑا افسر بن گیا ہے۔ بات کم کرتا ہے پتھر زیادہ مانتا ہے۔"

"بس ذرا مزاج ہی ایسا ہے۔"

"توبہ کرو، ایسا تو یہ شادی کے بعد ہوا ہے جانے کیا ہوا ہے، کبھی پوچھو تو اس کا ایک ہی قریبی دوست تھا جانے وہ کہاں غائب ہو گیا تم بیوی ہو تم جاننے کی کوشش کیا کرو۔" وہ پھر سے اسی صفدر کے رویے والے موضوع پر آ گئیں۔

"امی، مجھ سے یہ بات وہ کریں گے ہی نہیں۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ میں نے تو اسے کبھی اپنے بیٹے سے بات کرتے نہیں دیکھا۔" وہ بولیں۔

"جی۔"

"خیر تم بھی ڈھیلی ہو، اپنا حلیہ خراب دکھتی ہو بننا سنورنا تو تمہیں آتا ہی نہیں۔" وہ اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے بولیں۔

"وہ، بس اس شرارتی کی طرف دھیان رہتا ہے۔" اس نے عبدالصمد کی طرف اشارہ کر کے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"کل تمہارا سوا مہینہ پورا ہو جائے گا خیر سے گھر جانا دو چار دن رہو گی کیا ماں کے پاس؟" انہوں نے پوچھا۔

"جیسا آپ کہیں۔"

"رہنے میں تو کوئی حرج نہیں' مگر میرا دل نہیں لگتا اب عبدالصمد اور تمہارے بغیر۔"

"تو میں شام کو آ جاؤں گی، یا پھر آپ ہمارے ساتھ چلیں دو روز میں واپس آ جائیں گے۔" اس نے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔

"میں صدقے نہیں بیٹا بس اس عمر میں اپنی چیزوں کی اپنے ماحول کی عادت ہو جاتی ہے۔ اسی بات کا تو رونا ہے کہ گھر کیسے چھوڑوں؟"

"پھر آپ عبدالصمد کو اپنے پاس رکھ لیں۔" اس نے ایک دم یہ کہہ کر انہیں ٹٹولا۔

"نہیں، نہیں میرا معصوم بچہ ماں کے بغیر کیوں رہے؟" وہ محبت سے چور ہو کر عبدالصمد اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولیں۔

"امی آپ کے لیے دودھ لاؤں یا ٹھہر کے۔"

"ٹھہر کے ابھی تو اپنا حلیہ ٹھیک کرو صفدر آتا ہوگا۔" انہوں نے کہا۔

"امی، وہ آ چکے ہیں اور کمپیوٹر کے سامنے بیٹھے ہیں۔"

"لو اب بیٹا دن بھی آنے تھے ماں سے سلام دعا نہیں کی۔"

"آپ کے کمرے میں آئے تو تھے مگر شاید آپ واش روم میں ہوں۔" زیبا نے بتایا۔

"بس اس سے بات ضرور کر لینا۔"

"جی ٹھیک ہے عبدالصمد کو لے جاؤں۔"

"ہاں، لے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ عبدالصمد کو گود میں بھر کر ان کے کمرے سے باہر آ گئی۔

❁.....❁.....❁

وہ کام کرتے کرتے شاید تھک گیا تھا۔ اس لیے کرسی کی پشت پر سر لگا کر آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بھی اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس نے دھیرے سے عبدالصمد کو بیڈ پر لٹایا تو وہ برا سا منہ بنا کر کسمسانے لگا، اس کا فیڈر کچن میں رہ گیا تھا۔ وہ لینے چلی گئی واپس آئی تو صفدر بیڈ پر تھا اس کا ایک ہاتھ عبدالصمد کے پیٹ پر تھا وہ ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا مگر رو نہیں رہا تھا زیبا کو بے اختیار پیار آیا۔ پہلی بار ایسا دیکھ رہی تھی۔ مگر اس نے آہٹ پا کر آنکھیں کھولیں اسے دیکھا تو جھٹکے سے پیچھے ہو گیا اور بولا۔

"اپنے بچے کو تنہا چھوڑ کر کیوں جاتی ہو؟" اس نے فیڈر عبدالصمد کے منہ سے لگایا اور جواب دیا۔

"کیونکہ وہ آپ کی موجودگی میں تنہا نہیں ہوتا۔"

"میرا کیا واسطہ۔" وہ ہکلایا۔

"واسطہ تو ہے آپ مانیں یا نہ مانیں۔"

"بک بک بند کرو۔"

"آپ سے ایک بات کرنی ہے۔" وہ اس کے لہجے کی تلخی نظر انداز کر گئی۔

"جی بولو بس یہاں رہنے کی التجا نہ کرنا۔"

"جی نہیں، میں اپنے لیے کوئی بات نہیں کر رہی۔" اسے غصہ آ گیا۔

"تو۔"

"امی بہت دکھی ہیں، خفا ہیں۔"

"کیوں؟"

"اس گھر کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتیں، پلیز آپ گھر بدلنے کا ارادہ چھوڑ دیں۔"

"یہ ڈکٹیشن مجھے تم سے نہیں لینی۔"

"میں امی کی خاطر کہہ رہی ہوں۔"

"تو مت کہو وہ میری امی ہیں۔ میں خود ڈیل کر لوں گا۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں نے دلچسپی لی ہے، مجھے تو پتا بھی نہیں تھا اور ویسے بھی میں تو کل جا رہی ہوں۔"

"تو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے آپ جانیں آپ خود امی کو سنبھالیں۔" وہ جل بھن گئی۔

"ظاہر ہے بس تم بلیک میلنگ بند کرو۔"

"میں نے صرف یہ کہا ہے کہ آپ انہیں گھر بدلنے پر مجبور نہ کریں۔ وہ اس عمر میں اپنا گھر نہیں چھوڑنا چاہتیں۔"

"میری نوکری کی مجبوری ہے میں انہیں سنبھال لوں گا۔"

"ٹھیک ہے کل آپ جب آئیں گے تو میں نہیں ہوں گی ہمارا ہینا نہیں ہو گا آپ نے اپنی امی کو کنٹرول کرنا ہے کیونکہ اب میں ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔" اس نے بتایا اس کے چہرے پر کچھ عجیب سا تاثر ابھرا، چند لمحے توقف کیا اور پھر کہا۔

"یہ تمہارا مسئلہ ہے کہ تم نے انہیں کیا بتانا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"ہنہ، ہر بات پر ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" اس نے جھلا کر کہا اور اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔ وہ کچھ دیر اس کے جملے اور انداز پر غور کرتی رہی، پھر اس کے باہر نکلنے پر بولی۔

"میں بتا دوں گی اور جو طے ہے وہی بتاؤں گی۔ آپ مجھے آزاد کر دیں گے بس۔" وہ ایک دم گھوما اور اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"مطلب۔"

"آسان ہے آپ نے بچے کو قبول نہیں کرنا تھا مجھے بچہ چاہیے سو آپ کے کہنے کے مطابق مجھے جانا ہے۔" اس نے دھیرے دھیرے کہا۔

"یہ بات مکمل نہیں ہوئی۔" اس نے طنز کیا۔

"تو کر دیں۔"

"مجھے تم سے اپنی اولاد نہیں چاہیے۔ تم پڑی رہتیں ایک کونے میں، دوسری صورت میں تم نے خلع کی بات

کی۔" وہ رکا۔

"تو دے دیں طلاق۔"

"مگر میں نہ دوں؟" وہ ایک دم بولا۔

"وہ تو آپ کو دینا ہی پڑے گی۔"

"چلو دیکھتے ہیں۔" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ عشاء کا وقت تھا شاید نماز پڑھنے گیا تھا۔ زیبا کو عبدالصمد کے سونے کا انتظار تھا جونہی وہ سویا تو وہ بھی باہر آ گئی مگر کانوں میں صفدر کا آخری جملہ گونج رہا تھا۔

"چلو دیکھتے ہیں۔" اب تمہاری نفرت اور حقارت کے ساتھ نہیں رہا جا سکتا۔ یہ الزام میں لے کر جاؤں گی تمہارا بھرم نہیں ٹوٹنے دوں گی، میں خلع کا فیصلہ سنا کر جاؤں گی۔ اس نے سوچا۔

❀.....✿.....❀

"کتنی عجیب صورت حال ہے کہ نادان بیٹے کی نادانیوں کو جانتے ہوئے بھی مجھے تم سے کچھ مانگنا ہے کیونکہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں نے مجبور ہو کر تم سے تم کو مانگنے کا حوصلہ اپنے اندر پیدا کیا ہے۔ شرمسار ہوں کہ شاید تم سے صلہ مانگ رہی ہوں، تمہیں مجبور کر رہی ہوں، مگر شرمین، میں ایک ماں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے نادان بیٹے نے تمہاری آرزو کی ہے وہ تمہارے لائق نہیں، مگر اسے تم سے شدید محبت ہے۔ اس کے پاگل پن نے مجھے تمہارے سامنے دامن پھیلانے پر مجبور کر دیا ہے، تم چاہو تو رد کر سکتی ہو تم پر کوئی زبردستی نہیں۔" وہ تفصیل سے بات کر کے پرامید نگاہوں سے شرمین کو دیکھنے لگیں۔ شرمین کو اندازہ تھا کہ زینت آپا نے بھی بات کرنی ہوگی۔ بوبی اب تک گھر نہیں لوٹا تھا وہ دل ہی دل میں شرمندہ بھی تھی اور کچھ بیزار بھی۔

"کیا سوچنے لگیں؟" زینت نے چونکایا۔

"جی کچھ نہیں۔"

"جواب نہیں دیا میری بات کا۔"

"آپ میری بڑی ہیں آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔"

"نہیں، نہیں شرمین، یہ حکم نہیں درخواست ہے بوبی کو بکھرنے سے بچانے میں میرے ساتھ تعاون کی درخواست خود غرض ماں کی درخواست، فیصلہ تو یہ تھا کہ بوبی جاتا ہے تو جائے مگر تمہیں کبھی نہیں کہوں گی، مگر اب ایسا لگتا ہے کہ بوبی کو دیکھے بنا جی نہ پاؤں گی۔" ان کی آواز رندھ گئی آنکھیں بھیگ گئیں تو اس نے محبت سے ان کے ہاتھ تھام کر چومتے ہوئے کہا۔

"آپ کیوں اس کے بنا جیئیں، اور درخواست کیسی آپ کا مجھ پر حق ہے میں آپ کی بات رد نہیں کر سکتی لیکن صرف خدشات کے باعث پریشان ہوں۔"

"جانتی ہوں تمہارے خدشات بے جا نہیں۔ بوبی اور تمہارا مزاج اور ہے۔"

"عمروں کا فرق ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"خیر یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا بوبی تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہے جب اس کو عمر سے فرق نہیں پڑتا تو تم کیوں اس پر غور کرتی ہو؟" زینت نے کہا۔

"مجھے فرق پڑتا ہے کیونکہ مجھے ہی فرق پڑے گا۔" وہ یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"میں یہ نہیں چاہتی کہ تم میری خاطر جبر کرو، اگر تمہیں فرق پڑتا ہے تو انکار کر دو میرے لیے پھر بھی اتنی ہی

عزیز رہوگی۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس مجھے بوبی سے ایک بار بات کر لینے دیں ویسے آپ کو اس فیصلے کا پورا حق حاصل ہے۔" اس نے نرمی سے کہا تو زینت خوش ہو کر اس سے لپٹ گئیں۔ وہ مسکرا دی۔ دل میں یادوں کی زنجیر زنی شروع ہوئی گم گشتہ محبت کی یادیں۔ کیسے کیسے محبت کے دھوکے کھائے مگر سب کے بعد بوبی کو آزمانے کا فیصلہ......وہ سوچ میں مبتلا تھی زینت کو اندازہ تھا کہ شرمین کے لیے یہ فیصلہ آسان نہیں اس نے دو چہروں سے اذیت اٹھائی ہے۔ بوبی تو اس کے حوالوں میں کبھی محبت کا حوالہ تھا ہی نہیں اب یہ فیصلہ یقیناً مشکل ہے۔ اس لیے بوبی سے بات کرنے کے بعد فیصلہ کو لیا۔

"شرمین تم بوبی سے جو چاہو بات کرلو، کرنے کے بعد بس بتا دینا جو بھی پسند کرو۔"

"زینت آپا شکریہ۔"

"مجھے شکریہ تو تمہارا کہ تم نے اتنے تحمل سے میری بات سنی اور تسلیم بھی کی۔"

"بوبی کو بھیجو ذرا میری ٹانگیں دبائے۔"

"جی ابھی بھیجتی ہوں۔" وہ کہہ کر کمرے سے باہر آئی تو بوبی کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ چند لمحے ٹی وی لاؤنج میں رک گئی۔ جونہی وہ چابی گھماتا آیا تو اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

"اپنی آوارگی میں سے کچھ وقت ماں کے لیے بچالیا کرو۔" وہ سنی ان سنی کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو وہ حیران رہ گئی۔ اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

ٹی وی کی ہلکی سی آواز باہر آرہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ بوبی جاگ رہا ہے دروازے پر دستک دی تو اس کی آواز آئی۔

"آجاؤ۔" وہ دروازہ کھول کر اندر آگئی اسے دیکھ کر اس نے ٹی وی بند کر دیا۔

"جی فرمایئے۔"

"بوبی اپنے رویے سے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیوں کرتے ہو کہ یہ فیصلہ غلط ہوگا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"مجھے کسی فیصلے کی خوشی بھی نہیں رہی۔"

"مطلب؟"

"خیر چھوڑو کیسے زحمت کی؟" وہ ٹال گیا۔

"تم نے آج کتنا برا کیا معلوم ہے، اتنا سامان تیار ہوا پھر گھر سے غائب ہوگئے۔"

"حوصلہ رکھو، اب مستقل گھر سے غائب ہو جاؤں گا۔"

"او کے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میرا فیصلہ درست تھا تمہارے ساتھ صرف تم ہی رہو گے۔" اس نے ذو معنی بات کی وہ کچھ نہ سمجھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"تفصیلی بات چیت کرنا چاہتی ہوں کیونکہ اس کے بعد کے نتیجے کے تم ذمہ دار ہو گے۔ اس لیے سوچ سمجھ کر بات کا جواب دینا۔" شرمین نے کہا، تو وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"کہو۔"

"بوبی ہمارے مزاج مختلف ہیں کیسے ایک دوسرے کے ساتھ رہ سکیں گے۔"

"بہت پیار سے، بہت محبت سے۔" اس نے جذباتی ہو کر کہا۔

”وہی بچپنا، سنجیدہ ہو جاؤ پلیز۔“ وہ چڑی۔

”یار میں کوئی بوڑھا ہوں۔“

”یہی بات سنی ہے! مجھے بولو اور بھی بولو۔“

”کبھی تو مذاق بھی برداشت کرلیا کرو، میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔“ وہ سنجیدہ ہوگیا۔

”شادی کا فیصلہ مذاق نہیں ہوتا۔“

”سچ تو تم نے فیصلہ کرلیا۔“ وہ خوشی سے کھل اٹھا۔

”بوبی میری بات غور سے سنو۔“

”اوہ سوری، بتاؤ جلدی۔“

”مجھے تم سے محبت ہو نہیں سکتی تم سے شادی تمہاری محبت کو تسلیم کرکے نہیں بلکہ زینت آپا کا کہا سمجھ کر کروں گی۔ محبت کی ڈیمانڈ تم کبھی نہیں کرو گے۔ کیونکہ اس لفظ کی اصلیت میں جانتی ہوں اس لیے سچ بولا ہے۔ کیا تم میرے سرد، گرم رویے کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہو گے؟“ اس نے بات کرکے غور سے اس کو دیکھا اور بات مکمل کی۔

”آف کورس اور تمہارے لیے میری محبت ہی کافی ہوگی۔“ وہ دیوانوں کی طرح دکھائی دیا۔

”میں نے تم سے محبت نہیں مانگی اور اس کی مجھے ضرورت بھی نہیں‘ مجھے عزت، احترام اور اعتماد چاہیے ہوگا یہ سب دے سکو گے؟“

”میری جان میرا سب کچھ تمہارا ہے تم اعتبار تو کرو۔“

”نہیں سب کچھ نہیں جو کہا ہے بس یہی منظور۔“

”اوکے بابا منظور۔“

”اور جب محسوس کرو کہ تمہیں کسی اور سے محبت ہوگئی ہے تو بس مجھے بتادینا۔“

”اوہو یار یہ کیا بکواس ہے کسی اور سے محبت کیوں ہوگی؟“ وہ بری طرح جھنجلا۔

”کیونکہ محبت ایسے ہی ہوتی رہتی ہے۔“ اس نے کافی گہری بات کی مگر وہ اس وقت عالم جذبات میں تھا سمجھا نہیں۔

”یہ تم سے ہوئی ہے تم پر ہی ختم ہوگی۔“

”تمہیں آج رات اچھی طرح غور کرنا ہے کہ کیا ہم ساتھ رہ سکتے ہیں۔ صبح جو بھی نتیجہ نکالو وہ بتادینا۔“ اس نے کہا اور تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔

”یاہو۔“ بوبی کمرے میں اچھلنے لگا۔

”تھینک یو اللہ میاں، شرمین میری چاہت، میری محبت نے ہاں کردی۔ میرے جذبے سچے تھے، میری محبت سچی تھی، میں نے جو چاہا پالیا، میں کتنا خوش نصیب ہوں، کتنا لکی ہوں شرمین کتنی احمق ہے مجھے رات دی ہے سوچنے کو میں نے رات سوچنے میں ضائع کرنی ہے۔ میں اور یہ سوچوں کہ ہم ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں اسٹوپڈ ہوں کیا؟“ وہ بول رہا تھا جذبات چھلک رہے تھے خوشی میں جھوم رہا تھا بھولی اسے بڑی بیگم صاحبہ کے کہنے پر بلانے آئی تو کچھ دیر دروازے کے پاس کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر حیرانی سے بولی۔

”چھوٹے صاحب آپ کو کیا ہوا ہے؟“

”ارے تم کب آئیں۔“ وہ چونکا۔

”تھوڑی دیر ہوگئی آپ کیا کررہے تھے؟“ اس نے پوچھا۔

”ارے بہت کچھ ہو گیا، بھولی ناچنے کو جھومنے کو دل چاہتا ہے تم گاؤ...... ناچو میرے ساتھ۔“ دیوانگی میں اس کا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھ کر اور اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے کر وہ ناچنے لگا بھولی اس کا بھرپور ساتھ دے رہی تھی۔ بے ہنگم سا اچھلنا کودنا اور بے سری آواز میں گانا دونوں ایک دوسرے کا ساتھ دے رہے تھے۔ کمرے میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ایک ہنگامہ سا بپا تھا۔

بوبی۔“ زینت نے غصے سے پکارا۔ دونوں کو جیسے بریک لگ گئی۔

”ماما...... ماما...... آئی ایم سو ہیپی۔“ بوبی اپنی سادگی میں ماں کو بتانے کے لیے زینت کی طرف بڑھا مگر زینت گرج اٹھیں۔

”وہ خوشی تم اس طرح منا رہے تھے شرم آ رہی ہے مجھے۔“

”ماما وہ شرمین۔“

”چپ کرو آپ، بھولی تم...... تم جا کر آرام کرو تمہاری خبر تو صبح لوں گی۔“ زینت نے بہت غصے سے پہلے بوبی کو دیکھا اور بعد میں بھولی کو جھڑکا۔ وہ تو فرش پر سے اپنا دوپٹا اٹھا کر باہر بھاگی زینت بیگم نے گھور کر بوبی کو دیکھا اور کہا۔

”اتنی بے ہودگی کہ اس بے وقوف لڑکی کا دوپٹا بھی زمین پر گر گیا۔ مگر نہ تمہیں ہوش اور نہ اسے ویسے بھی وہ تو احمق ہے تمہاری عقل گھاس چرنے گئی ہے۔ تم شرمین کو کھونا چاہتے ہو؟“

”ماما......!“ وہ اس حیرت سے چلایا کہ زینت کو غصہ آ گیا۔

”اس طرح حیرت ظاہر مت کرو۔“

”ماما ایسی کیا بات ہو گئی آپ کو خوشی نہیں ہوئی شرمین نے ہاں کر دی ہے۔“ وہ ان سے لپٹتے ہوئے بولا تو انہوں نے چاہتے ہوئے بھی خود سے الگ نہ کیا۔ ممتا شاید اسی کو کہتے ہیں۔

”دیکھو خوشی کے اظہار کا طریقہ غلط ہے ایک بھولی رہ گئی تھی کیا؟“

”او ہو وہ اس وقت آ گئی تو۔“

”تو تم وہی حرکت کر بیٹھے جس پر بھولی کو ہزار مرتبہ ڈانٹ چکے ہو۔“ انہوں نے اس کا جملہ کاٹا۔

”ہمم...... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مگر......؟“ وہ پھر رکا۔

”شرمین سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا مزاج سمجھو۔“ زینت نے کچھ نرمی سے کہا۔

”اوکے اب یہ خوشی جلدی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ وہ پھر بولا۔

”کیا کہا ہے شرمین نے؟“

”کہ میں صبح اسے اپنا فیصلہ بتاؤں۔“

”کیسا فیصلہ؟“

”یہی کہ کیا ہم ساتھ رہ سکتے ہیں؟“

”تو؟“

”آف کورس ہم ساتھ رہنے کے لیے ہی تو اس کی تمنا کی ہے۔“

”ٹھیک ہے پھر صبح اسے سلیقے سے یقین دلا دینا۔“

”رائٹ مگر ماما اب کیا ہوگا؟“ وہ معصومیت سے بولا۔

”جو ہوگا وہ تمہیں پتا چل جائے گا بس صبر اور سکون۔“

"پھر بھی۔"

"بوا! میں تو چاہوں گی کہ فوراً شادی ہو لیکن شرمین کی مرضی معلوم کرنے کے بعد۔" انہوں نے کہا تو وہ فی الحال خاموش ہو گیا۔

❁......❁......❁

آفس جانے سے پہلے اسے عبدالصمد کے لیے سیرپ لینے مارکیٹ آنا پڑا اگر مارکیٹ تو اتنی صبح کھلی نہیں یہ سوچ کر وہ ادھر ادھر گاڑی گھما کر شہر کے سب سے بڑے اور معروف میڈیکل اسٹور آ گیا۔ وہ چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا سیرپ لے کر واپس آ رہا تھا کہ ایک دم آغا جی کی آواز آئی اس نے دائیں ہاتھ کھڑی سیاہ مرسڈیز دیکھی اور اس طرف آ گیا۔ آغا جی باہر نکل آئے مصافحہ کیا گلے لگایا۔

"خیریت صبح صبح میڈیسن کی ضرورت؟" آغا جی نے پوچھا۔

"جی بس بچے کو بخار ہے تو سیرپ لینا تھا۔"

"کس بچے کو؟" آغا جی کیونکہ لاعلم تھے اس لیے حیرت سے پوچھا۔

"وہ میرا بچہ آئی مین بیٹا۔" وہ بری طرح ہکلایا۔

"او ماشاء اللہ! تم نے بتایا نہیں بیٹے کے باپ بن گئے۔" آغا جی کو بہت خوشی ہوئی مگر وہ شرمندگی سے صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"وہ بس اتفاق کہہ لیجیے۔"

"یار صفدر، عارض سے ناراضگی اپنی جگہ اپنے آغا جی کو تو آپ کو یاد رکھنا چاہیے تھا۔" انہوں نے گلہ کیا تو وہ شرمسار ہو کر بولا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے لیے آپ ویسے ہی ہیں میں بس مصروف رہا۔"

"خیر اب کسی روز ہمارے پوتے اور بہو کو لے کر گھر آؤ۔"

"جی...... جی ضرور۔"

"بلکہ شرمین بیٹی کو میرا پیغام دینا کہ وہ مجھ سے ملے، عارض نے تو مجھے بچی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا۔"

"میں پیغام دے دوں گا شرمین بہت باہمت اور حقیقت پسند ہیں وہ آپ کو ضرور ملنے آئیں گی۔"

"اور میرے پوتے کو لانا نہ بھولنا۔" آغا جی نے پھر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ وہ ہکلا کر بولا۔

"آپ یہاں صبح صبح۔"

"بس میری میڈیسن ختم تھیں واک کے لیے نکلا تو اس طرف آ گیا ڈرائیور لینے گیا ہے۔" انہوں نے جواب دیا۔

"عارض کی واپسی......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"وہیں ہیں، ہندو لڑکی کے چکر میں۔"

"وہاٹ۔" صفدر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"بظاہر تو ایسا ہی ہے اللہ اسے شر سے محفوظ رکھے۔" آغا جی بہت افسردگی سے بولے۔

"اللہ خیر کرے گا آپ پریشان نہ ہوں۔" اس نے حوصلہ دیا۔

"یار صفدر اس سے رابطہ رکھو، سمجھاؤ واپس بلاؤ۔"

"جی کوشش کروں گا مگر وہ خود رابطہ نہیں رکھنا چاہتا شاید۔"

"ایسا ہوگا لیکن اسے بلاؤ، رابطے میں رہو، میں اس کے لیے، بہت فکر مند ہوں۔"

"آپ بے فکر ہوجائیں میں رابطہ کروں گا۔" صفدر نے ان کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا تو وہ مسکرادیے آنکھوں میں جھلملاتی نمی کے ساتھ اسی اثناء میں ڈرائیور میڈیسن لے کر آ گیا تو اس نے ان سے اجازت طلب کی اور خدا حافظ کہا وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پھر زور سے بولے۔

"بیٹے کو جلد لے کر آنا۔" اس کے قدم من من کے ہوگئے۔ بیٹے کی حقیقت لوگوں سے اب کیسے چھپائی جا سکتی ہے۔ نہ بتانے پر بھی سب اسی رشتے اور حوالے سے پکارنے لگے ہیں رات بھر جو بخار میں پھنکتا رہا زیبا اور امی جسے باری باری گود میں لے کر ٹھنڈی پٹیاں ماتھے پر رکھتی رہیں وہ زمانے کی نظروں میں اس کا بیٹا ہے۔

"یاخدا، میں کیسے سب رد کروں؟ یہ بچہ تو زیبا نے اپنی ڈھال بنالیا ہے اس صورت حال کو میں، برداشت نہیں کرسکتا۔" گاڑی چلاتے ہوئے وہ مسلسل عبدالصمد کے بارے میں سوچتا رہا۔ گھر پہنچنے پر بلاوجہ کا غصہ اس کے چہرے سے چھلکنے لگا۔ سیرپ بیڈ پر اچھال کر آفس کے لیے تیار ہونے واش روم میں گھس گیا۔

❁.......❁.......❁

عشق کمانا اوکھا

کسے نوں یار بنانا اوکھا

پیار پیار تے ہر کوئی بولے کر کے پیار نبھانا اوکھا

ہر کوئی دکھاں تے ہیں لبھدا اے، کسی دا دردو نڈانا اوکھا

گلاں نال نہیں رتبے ملتے، جوگی بھیس وٹانا اوکھا

کوئی کسے دی گل نہیں سندا الوکاں نوں سمجھانا اوکھا

اسے یار منالے بلھیا نہیں تے رب دی منانا اوکھا

سکھ گلوکار کی آواز میں بابا بلھے شاہ کے الفاظ اس کے کمرے میں گونج رہے تھے وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔ دکھ اور ملال کا دھواں اس کے چاروں اطراف پھیلا تھا۔ کمپیوٹر اسکرین پر شرمین کی یادیں بصورت ای میل موجود تھیں۔ وہ بار بار انہیں پڑھتا رہا بلھے شاہ کا کلام آن کرلیا تو دل اور زیادہ بے کل اور مضطرب سا ہوگیا۔ ڈھیر سارا وقت گزر گیا تھا اس کا اٹھنے کو دل نہ چاہا فون بیل کی آواز پر وہ چونکا۔ صفدر کا نمبر دیکھ کر غیر یقینی کی حالت میں خوش ہوگیا۔ کال ریسیو کی۔

"ہیلو یاد آ گئی میری۔" عارض پھٹ پڑا۔

"اس سوال کا جواب خود سے لو۔" صفدر اس غیر متوقع سوال پر بولا۔

"شرمین کی وجہ سے دوست کو فراموش کردیا۔" عارض کی دلی حالت اس وقت، بہت خراب تھی رونے کو من کر رہا تھا۔

"تم نے دوست کی زبان فراموش کی یا نہیں۔" صفدر نے بھی جوابی گلہ کردیا۔

"شرمین کیسی ہے؟" بے اختیار ہی وہ پوچھ بیٹھا۔

"چھوڑو تم! اس کا بتاؤ جس سے تازہ تازہ محبت ہوئی ہے۔" صفدر نے طنز کیا۔

"بابا کی غلط فہمی میں دور نہیں کرسکتا۔" وہ سمجھ گیا کہ بابا نے صفدر کو سنجنا کے بارے میں کچھ بتایا ہے۔

"چلو، سب سامنے آ جائے گا تمہیں تیزی سے محبت ہوتی ہے نہ وہ چھپتی ہے اور تیزی سے محبت بے عزت ہوتی ہے نہ وہ چھپتی ہے۔" صفدر کے اس قدر تیکھے جملے اور لہجے پر اسے برا لگا لیکن ضبط کر گیا۔

"میرے دوست میرے لیے یہی تو بہتر ہے کہ بد اچھا بدنام برا۔"

"خیر نئی کہانی ختم کر کے آؤ گے یا پہلے آجاؤ گے ایک دوست کے کہنے پر۔" صفدر نے کہا۔

"آنا تو ہے ہی بس حوصلہ جمع کرنا ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"محبت سب سے ارفع چیز ہے لیکن تم اس کی بہت تذلیل کر چکے ہو شرمین بہن کی جس طرح تم نے ہتک کی ہے اس کا رنج میں اپنی روح کے اندر محسوس کرتا ہوں۔"

"صفدر تمہاری سوچ میں نہیں بدل سکتا۔ مجھے تو اتنا پتا ہے کہ محبت ملے یا نہ ملے اس کے احساس اور احترام میں کمی نہیں آنی چاہیے کیونکہ یہ دونوں باتیں اس بات کا فیصلہ کرتی ہیں کہ محبت ملنی چاہیے تھی یا نہیں احساس ہی تو اس کی حیات اور احترام اس کی بقا ہے۔"

"واہ کس کتاب کی لائنیں ہیں یا کسی فلم کا ڈائیلاگ؟" صفدر نے قہقہہ لگایا۔

"تو مذاق اڑاؤ۔"

"عارض شرمین کو تم کھو چکے اب اپنی زندگی کی خوشیاں بوڑھے باپ کے لیے بچا لاؤ آجاؤ اس لڑکی کے چکر سے نکل آؤ پلیز۔" صفدر نے بہت نرمی اور اپنائیت سے سمجھایا۔

"لڑکی کا کوئی چکر نہیں بس آجاؤں گا۔"

"کب؟"

"جب شرمین کو اس کی محبت مل جائے گی۔"

"اس کی محبت کتنے نادان ہو تم۔" صفدر کو افسوس ہوا۔

"بھابی اور تمہارا بیٹا سب ٹھیک ہیں۔"

"میری پروموشن ہوگئی ہے گھر بدلنا ہے تمہاری گاڑی گھر چھوڑ آؤں گا مجھے نئی گاڑی کمپنی نے دی ہے۔" وہ بات ٹال گیا۔

"واہ مبارک ہو مگر گاڑی بند نہ کرنا اسے گھر کے استعمال میں رکھو بھابی کو دے دو۔"

"بس کرو، بھابی بھابی وہ جا رہی ہے میری زندگی سے۔" اس نے دل میں ابلتے لاوے کو نکال باہر کیا۔

"کیا مطلب؟"

"بس طلاق مانگ رہی ہے۔"

"کیا...... کیوں؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"لمبی کہانی ہے آؤ گے تو بتاؤں گا۔"

"یار...... سوچ سمجھ کر تمہارا بیٹا......"

"وہ صرف اپنی ماں کا ہے میری زندگی سے دونوں جائیں گے۔"

"نہیں میں نے پہلے بھی سمجھایا تھا ایسا مت کرنا۔"

"او کے پھر بات ہو گی مجھے میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے تم آجاؤ اللہ حافظ۔" صفدر نے عجلت میں کہا اور فون بند کر دیا۔

❀......❀......❀

سوا مہینہ گزر گیا لیکن عبدالصمد کی وجہ سے اپنے گھر جانے کا فیصلہ بدلنا پڑا۔ منیٰ اسے لینے کے لیے آئی تھی مگر جہاں آرا نے صدقہ خیرات سب کرنے کے باوجود پوتے کے بخار کی وجہ سے جانے نہیں دیا۔ عبدالصمد کا بخار اب تقریباً اترا

ہوگیا تھا۔ عمران کی محبت اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ ایک لمحے کو بھی اسے نظروں سے اوجھل کریں۔ زیبا ان کی یہ بے پناہ محبت دیکھ دیکھ کر ہول رہی تھی۔ اس نے تو منصوبہ بنالیا تھا کہ اب جائے گی تو واپس نہیں آئے گی عمران کو صدمہ کتنا ہوگا یہ تصور بھی پریشان کررہا تھا۔

"تم بتادو خالہ جان کو۔" منمی نے کہا۔

"کیا؟" وہ چونکی۔

"کہ تم ان کے بیٹے کی وجہ سے جارہی ہو۔"

"نہیں یہ کہنے کا مطلب ہے انہیں گہرا صدمہ دینا۔"

"کیوں، کیوں تم اپنے سرالزام لو۔" منمی اڑ گئی۔

"پھر وہ بھی تو سب بتادیں گے۔"

"کب تک ڈرتی رہو گی؟"

"کچھ بھی ہو اتنی شفیق اور مہربان ہیں کہ میں انہیں دکھ نہیں دے سکتی۔" زیبا نے کہا اسی لمحے جہاں آرا اشک بار آنکھوں کے ساتھ کمرے میں آ گئیں زیبا اور منمی پریشان ہوگئیں کہ کہیں انہوں نے کچھ سن تو نہیں لیا۔

"کیا..... کیا ہوا امی؟"

"وہی صفدر کی ضد دفتر سے آدمی بھیجے ہیں سامان اٹھانے کو۔" وہ روتے ہوئے بولیں۔

"تو آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے تو انہیں سختی سے ڈانٹ دیا ہے کہ چلے جائیں کوئی سامان نہیں جائے گا۔" انہوں نے بتایا اور دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کیں۔ زیبا نے انہیں سہارا دے کر بٹھایا پانی پلایا۔

"ٹھیک کیا آپ نے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ہمیں پتا ہے صفدر کچھ دیر میں خود انہیں لے کر آئے گا۔"

"نہیں آتے میں فون کردیتی ہوں۔" زیبا نے انہیں تسلی دی۔

زیبا نے بھی کچھ نہ سوچا جھٹ اس کا نمبر ڈائل کرلیا کچھ دیر بعد اس نے فون ریسیو کیا۔

"کیا مسئلہ ہے دفتر کے آدمیوں کو واپس کیوں بھیج دیا؟" دوسری طرف سے وہ غصے میں بولا۔

"وہ امی نے، آپ پلیز فی الحال ایسا نہ کریں۔" زیبا ہکلائی۔

"اب میں تم سے مشورہ لیا کروں؟" وہ گرجا۔

"وہ دراصل امی نہیں چاہتیں۔"

"تم صرف اپنی بات کرو امی کو میں سمجھادوں گا۔"

"میرا کوئی ایشو نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم تو آج جانے والی تھیں۔"

"جی چلی جاؤں گی۔" اسے غصہ آ گیا۔

"باقی کی ٹینشن کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا اور فون آف کردیا۔

اس کی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ کتنی تحقیر اور نفرت تھی اس کے لہجے میں کہ وہ رودی۔

"کیوں رو رہی ہو؟" جہاں آرا اور منمی نے ایک ساتھ پوچھا۔

”کچھ نہیں، بس ویسے ہی۔“ وہ چھپا گئی۔

”معلوم ہے سدا کا ضدی ہے۔ بے چاری کو ڈانٹا ہوگا۔“ جہاں آرا نے اپنے تئیں سوچ کر کہا۔

”امی میں آپ کے لیے فروٹ کاٹ کر لاتی ہوں۔“ زیبا خود کو ڈھارس دے کر اٹھی اور بہانے سے باہر چلی آئی۔

❁......❁......❁

ہلکے گلابی لباس میں ہلکی گلابی لپ اسٹک لگا کر بال برش کر کے پونی میں سمیٹے دوپٹا شانوں پر پھیلا کر پلٹی تو وہ سینے پر ہاتھ باندھے پتھر کی مورت بنا کھڑا تھا۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے رسٹ واچ باندھتے ہوئے پوچھا۔

”یہی تو دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے تمہاری۔“ وہ مدہوش سا آگے بڑھا۔

”کوں منہ مطلب کی بات۔“

”یار تم نے کہا تھا کہ صبح فیصلہ بتانا۔“

”تو اب تو شام ہو رہی ہے میں نے مارکیٹ جانا ہے زینت آپا کے ساتھ۔“

”میں تو رات بھر سویا نہیں صبح آنکھ لگی تھی قسم سے ابھی سو کر اٹھا ہوں۔“

”اچھا خیر بتاؤ۔“ وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”شرمین، میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ تم نے ایک زندگی کا پوچھا ہے میری ہزار زندگیاں بھی ہوتیں تو تمہارے ساتھ گزارتا۔“

”شاعری نہیں، حقیقت۔“

”یہ حقیقت ہی ہے۔“

”اچھا، مطلب میں جلد بوڑھی ہو جاؤں گی تب بھی تم میرے ساتھ محبت کرو گے۔“

”شک ہے کیا اور تم بوڑھی کیوں ہوگی؟“

”ہاہاہا..... !“ وہ ہنسنے لگی۔

”کیوں ہنس رہی ہو؟“

”اس لیے کہ انسان کی اتنی بڑی حقیقت سے تم نظریں چرا رہے ہو۔“ اس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔

”فار گاڈ سیک، ابھی ہم نے سفر شروع نہیں کیا تم منفی باتیں سوچنے لگیں۔“ وہ جھنجلا گیا۔

”اوکے یعنی تم میرے ساتھ سفر کرنا چاہتے ہو۔“

”ہاں.....“

”ٹھیک ہے میں زینت آپا کو بتا دیتی ہوں۔“

”کیا؟“

”یہی کہ روبی کے بچکانہ فیصلے کو میں نے قسمت کا فیصلہ بنا لیا ہے مجھے تیار رہنا ہے ایک اور امتحان کے لیے ایک اور دکھ سہنے کے لیے۔“ وہ بہت مضبوطی اور قوت کے ساتھ کہہ کر باہر نکل گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)